Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date 1-8-15-22

Phone - 29
Annual Rs. 4/-
Per Copy-12

جلد ۲۶ - شمارہ ۳۰ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۸ اگست ۱۹۶۷ء

اداریہ

رہرو تشنہ لب نہ گھبرانا

اترپردیش اور بہار میں اردو تحریک اب اس منزل پر ہے کہ حکومت کو اردو دوستوں کے مطالبات ماننے ہی پڑیں گے۔ جن سنگھ نے اردو کو ان دونوں ریاستوں میں سرکاری زبان کا درجہ دینے کی سخت مخالفت کی ہے اور وہ اس مسئلے پر مخلوط وزارت چھوڑنے کے لیے بھی تیار ہے، مگر سوشلسٹ پارٹی، پرجا سوشلسٹ پارٹی، کمیونسٹ پارٹی، ری پبلکن پارٹی کے نمائندے اور کچھ آزاد ممبران اردو کو بھی سرکاری زبان کا درجہ دینے کے لیے مصر ہیں۔ اب ان ریاستوں کی کانگریس پارٹی کو بھی عقل آئی ہے اور وہ بھی اس تجویز کی حمایت کر رہی ہے، مگر جن سنگھ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ جن سنگھ اس سلسلے میں جو دلیلیں دیتی ہے وہ خاصی مضحکہ خیز ہیں۔ اوّل تو اس کا یہ کہنا کہ یہ لسانی مسئلہ نہیں سیاسی مسئلہ ہے بالکل بے تکی بات ہے۔ دوسرے وہ جب یہ کہتی ہے کہ اس طرح علیحدگی پسندی کو فروغ ہوگا تو وہ اپنی فسطائی ذہنیت کا پردہ فاش کر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جمہوریت نے اقلیتوں کو کچھ حقوق دئے ہیں۔ ان حقوق کی پاسداری اور اقلیتوں کا اپنی زبان اور مخصوص تہذیبی روایات کی حفاظت کے بارے میں اطمینان، جمہوریت کے فروغ کے لیے اور پوری قوم کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ جن سنگھ نے ثابت کر دیا کہ وہ ابھی تک اتنی تنگ نظر ہے کہ جمہوری اور قومی مسائل پر اس طرح سوچ ہی نہیں سکتی جس طرح ایک آل انڈیا قومی پارٹی کو سوچنا چاہیے۔ اسے اس کا ذرا بھی خیال نہیں کہ ایک بد دل اور احساسِ شکست سے چور اقلیت کس طرح پوری قوم کی ترقی میں رکاوٹ بنتی ہے۔ بہرحال اردو دوستوں کو جن سنگھ کے اس پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنا ہے۔ انھیں تمام ہمدرد پارٹیوں کی اور مضبوط اور پرجوش حمایت حاصل کرنا ہے۔ کچھ لوگ اس سلسلے میں تشدد کی بھی سوچتے ہیں یہ غلط ہے۔ ہمیں ان تمام ذرائع کو کام میں لانا چاہیے جو آئین نے ہمیں دئے ہیں۔ ہمیں پرسکون احتجاج اور پرسکون مظاہرے بھی کرنے چاہئیں۔ ہمیں ہر سیاسی پارٹی کو اس کے وہ وعدے یاد دلانے چاہئیں جو اس نے الیکشن کے موقع پر کیے تھے۔ ہمیں اعداد و شمار پیش کرنا چاہئیں اور بتانا چاہیے کہ بیس سال کے عرصے میں باوجود بہت سے اعلانوں کے اور بہت سے وعدوں کے عملی قدم بہت کم اٹھائے گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ نہ ابتدائی تعلیم کی منزل پر اردو کے ذریعہ سے تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہے، نہ ثانوی منزل پر اور اردو کے استادوں اور کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں دشواریاں ابھی ختم نہیں ہوئیں۔ اس طرح سرکاری اعلانات کے اردو میں نہ ہونے اور اردو میں عرضیاں نہ لینے کی وجہ سے اردو دوستوں کو عام شہری کاموں میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آج ہر سنجیدہ شخص اس بات کو مانتا ہے کہ اردو کے حقوق کی پامالی جاری ہے مگر جب ان حقوق کے تحفظ کا سوال آتا ہے تو جن سنگھ اور اس قبیل کے دوسرے لوگ کبھی علیحدگی پسندی کا سوال اٹھاتے ہیں، کبھی سرے سے اردو کو ایک آزاد اور خودمختار زبان ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ یش پال اور امرت لال ناگر جیسے اہلِ قلم جو بظاہر اردو ادب کے شاندار کارناموں کا اعتراف کرتے نہیں تھکتے، اردو زبان کے تحفظ کی تحریک کی مخالفت کرنے میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے ساتھیوں سے پہچانا جاتا ہے تو باوجود قومی نقطۂ نظر کے خالی خولی دعوے کے دراصل یہ لوگ ذہنی طور پر جن سنگھ کے ہی ساتھ ہیں۔ اس موقع پر اردو دوستوں کو خاص طور پر یہ خیال رکھنا ہے کہ جن سنگھ اور اس کی طرح سوچنے والے ہندی کے ادیبوں کے اعتراضات پر مشتعل نہ ہو جائیں، بلکہ سنجیدگی، ذمے داری اور سوجھ بوجھ کے ساتھ اپنی آئینی جد و جہد جاری رکھیں۔ اترپردیش اور بہار میں اردو کو سرکاری زبان بنانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ان ریاستوں کے سرکاری زبان ایکٹ میں مناسب ترمیم ہو، دوسری یہ کہ صدرِ جمہوریہ کا دفعہ ۳۴۷ کے تحت اعلان ہو۔ ہم پہلی صورت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اگرچہ صدر کو دستور نے اس معاملے میں پورا اختیار دیا ہے، مگر ریاستی قانون ساز مجالس اگر اپنے ایکٹ میں یہ ترمیم کر لیں تو اس کا نفاذ زیادہ سہولت

ہوسکتا ہے اس لیے ان ریاستوں کی حکومتوں کو ہی ایکٹ میں مناسب ترمیم کے ذریعہ سے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینا چاہیے۔ اگرچہ ان دونوں ریاستوں میں جن سنگھ کی مخالفت کی وجہ سے ابھی کچھ دشواریاں باقی ہیں، مگر کوشش جاری رہے تو منزل کچھ دور نہیں ہے۔ اس منزل پر اس سے کم پر اردو دوست راضی نہ ہونگے کیوں کہ ان کا یہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ جب تک سہولتیں قانون کی شکل میں نہ دی جائیں گی۔ وہ کاغذ پر رہیں گی عمل کی دنیا میں ان کا وجود نہ ہوگا۔

غالب پر بہترین ڈراما
گیارہ سو کا انعام

حیدر آباد۔ آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی نے مرزا غالب کی زندگی اور ان کی ذہانت کی بہتر عکاسی کرنے والے اردو ڈرامہ پر (۱۱۱۶) روپیہ کا ایوارڈ بطور انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس مقابلہ میں ہندوستان بھر کے ڈرامہ نگار شرکت کر سکتے ہیں۔ اس ڈرامہ کو تین یا پانچ ایکٹ پر مشتمل اور اسٹیج کیے جانے کے قابل ہونا چاہیے۔

مقابلہ میں شرکت کے لیے بھیجے جانے والے ڈرامہ کی دو کاپیاں داخل کرنی ہوں گی اور ان تمام مسودات کے داخلہ کی آخری تاریخ جو آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی کلا بھون سیف آباد، حیدرآباد ۴ پر روانہ کی جائیں گی ۳۰ جون ۱۹۶۸ء مقرر کی گئی ہے۔

دیگر تفصیلات مندرجہ بالا پتہ پر سکریٹری اکیڈمی سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ (قومی آواز)

ہندوستانی زبانوں میں فوجیوں کے لیے کتابیں

کلکتہ۔ وزارت دفاع کو قومی دفاعی فنڈ سے تین لاکھ روپیہ کی رقم موصول ہوئی ہے۔ جس سے اگلے مورچوں پر مامور فوجیوں کے لیے کتابیں خریدی جائیں گی۔ کتابوں کا انتخاب ایک کمیٹی کی طرف سے عمل میں لایا گیا جو آرمی ہیڈکوارٹرز اور وزارت نشریات و اطلاعات کے نمائندوں پر مشتمل تھی۔

اس مقصد سے ۴۳ کتابیں منتخب کی گئیں اور ہر کتاب کی ۲۰۰۰ جلدیں فوجیوں کو بھیجی گئیں۔ ان پر ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپے کی لاگت آئی ہے۔ ہندوستان کی مختلف زبانوں میں مزید کتابوں کا انتخاب عمل میں لایا جا رہا ہے۔

(پیشہ ار)

انجمن شاخ رانچی کا تحریری انعامی مقابلہ

انجمن ترقی اردو شاخ رانچی کے زیر اہتمام یوم آزادی کے موقع پر اسکول و مدارس کے طلبہ اور طالبات کے لیے اردو زبان میں ایک تحریری انعامی مقابلہ ۱۴ اگست ۱۹۶۸ء کو منعقد ہوگا۔

مضمون ذیل کے عنوان پر ابتدائی ثانوی اور فوقانی درجہ کے بچے حصہ لے سکتے ہیں۔

عنوان: "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا"

تحریر اردو زبان میں فل اسکیپ سائز کے کاغذ پر ایک طرف لکھی جائے اور اسکول کے ہیڈ ماسٹر یا مدرس اعلیٰ سے تصدیق کرا کے ذیل کے پتہ پر ارسال کیے جائیں۔

مضمون کے موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۲ اگست ۱۹۶۸ء ہے۔

انعامات حسب ذیل ہوں گے۔

۱۔ ابتدائی درجے سے ساتویں جماعت تک کے لیے۔

۲۔ آٹھویں جماعت سے نویں جماعت تک کے لیے۔

۳۔ دسویں جماعت سے گیارھویں اسپیشل جماعت تک کے لیے۔

ہر شعبے میں تین تین انعامات ہوں گے جو کتابی صورت میں پیش کیے جائیں گے۔

پتہ:۔ محی الدین احمد ایم۔ اے۔ صدر انجمن ترقی اردو
تاج بک ڈپو، مین روڈ، رانچی (بہار)

یونیسکو کا میگزین ہندی اور تامل میں

نئی دہلی:۔ یونیسکو کے بھارتی قومی کمیشن نے یونیسکو کے میگزین کوریئر کے ہندی اور تامل ایڈیشن شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہندی ایڈیشن شائع کرنے کا کام وزارت تعلیم کی سنٹرل ہندی ڈائرکٹوریٹ کو سونپا گیا ہے۔ کوریئر ایک عالمی شہرت کا میگزین ہے جو سال میں گیارہ مرتبہ شائع ہوتا ہے، اور اس وقت انگریزی، ہسپانوی، فرانسیسی، روسی، جرمنی، عربی، اطالوی، جاپانی زبانوں میں اس کے ایڈیشن شائع ہوتے ہیں۔

ہندی ایڈیشن کا پہلا شمارہ اس ماہ کے آخر میں شائع ہوگا۔ (ساتھی)

حبیب الرحمٰن الصدیقی

سردار جعفری کی غزل
اور
بحرِ متقارب کے متعلقہ اوزان

سردار جعفری کی غزل، جس کا مطلع ہے،

وہی ہے وحشت، وہی ہے نفرت، آخر اس کا کیا ہے سبب
انساں انساں بہت رٹا ہے، انساں انساں بنے گا کب

مدت سے زیرِ بحث ہے۔ دسمبر ۹۲ء میں یہ بحث شروع ہوئی تھی اور آج تک جاری ہے۔ ذیل کے مضمون میں بحرِ متقارب کے متعلقہ اوزان اور مثالیہ اشعار مستند ماخذوں سے نقل کر کے عروضِ عرب اور فارسی اردو ماہرینِ فن اور شعرا کے اختلافات و معمولات پر مشتمل اقتباسات پیش کیے ہیں۔ اس ضمن میں فارسی و اردو و اردو ہندی بحور و اوزان میں مماثلت کی طرف بھی اشارہ آ گیا ہے۔

آخر میں استادانِ فن اور شعرائے کرام سے اپیل کی ہے کہ اردو شاعری کو عربی عروض کے جنجال سے چھٹکارا دلوائیں۔ اصل مدعا اس تحریر کا یہی ہے۔ ایرانی شاعری تو عربی عروض کی قید و بند سے آزاد ہو چکی ہے۔ اردو میں بھی یہ تحریک بہت پرانی ہے۔" ہماری زبان" کے قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ "وزن" اور "ساقط الوزن" پر مناظرہ کرنے کی بجائے اردو شاعری کی جنگِ آزادی کی تاریخ پر غور فرمائیں اور اس کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کو زیرِ بحث لائیں اور ان مسائل پر گفتگو کریں۔

(۱)

غالب دہلوی کے شاگرد، سید غلام حسنین قدر بلگرامی نے عربی و فارسی و اردو عروض اور ہندی پنگل پر بڑی تقطیع کے ۳۰۰ صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام قواعد العروض ہے۔ سنہ تالیف ۱۸۸۱ء ہے اور مطبع شام اودھ، لکھنؤ میں چھپی ہے۔ اردو میں عروض پر اس سے زیادہ مبسوط کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ سردار جعفری کی زیرِ نظر غزل پر اعتراض اور اس کے جواب کی بحث کے ضمن میں قدر بلگرامی کے اقوال اور انھیں کے پیش کردہ اشعار قواعد العروض میں بحرِ متقارب کے بیان سے حسبِ ضرورت اخذ کر کے نقل کرتا ہوں۔

"بزبانِ فارسی و اردو اس بحر کی اصل آٹھ بار فعولن دائرے میں ہے۔ دائی اور دائی المضاعف اور مجزو اور مشطور اور منہوک خارج اس کے اوزان تین قسم پر مشتمل ہیں۔" (ص۱۹۱)

مجزو اور مشطور اور منہوک سے ہمیں مطلب نہیں۔ دائی کی یہ تعریف بتائی ہے،

" وہ بیت جس کے ہر مصرع کے ارکان شمار میں کاملِ دائرہ کے ہم عدد ہوں، پھر خواہ استعمال میں شکلِ دائرہ سالم رہیں خواہ ایک رکن یا کل ارکان میں کچھ تغیر ہو جائے۔"

(ص۱۹۲)

دائی المضاعف کا ذکر آگے آتا ہے۔ پہلے مثمن اوزان کا ذکر کیا ہے۔ ان میں اوزان ۷، ۸، ۹ مفیدِ مطلب ہیں،

"(۷) آتش

بت خانہ چھوڑا، یاد آئے بت ہے | وہ شہر بھولا وہ مشاہ بھولا
فعلن فعولن فعلن فعولن | وقس علیٰ ھٰذا

(۸) میر تقی میر

اب حال اپنا اس کے ہے دل خواہ | کیا پوچھتے ہو، الحمدللہ
فعلن فعولن فعلن فعولان | وقس علیٰ ھٰذا

(۹) حافظ

چندانکہ گفتیم غم با طبیباں | درماں نہ کردند مسکیں غریباں
فعلن فعولان فعلن فعولان (دوبارہ)" (ص۲۰۰، ۲۰۲)

وزن نہم میں تسبیغِ درمیانی (فعولان) کو بحال یا بر قرار دے کر فرمایا ہے" اگر ان اوزان کو مستطِ چہار خانہ لاؤ تو خوش آئند ہو جاتے ہیں" (ص۲۰۰)

سردار جعفری اپنی زیرِ نظر غزل میں حافظ کی طرح تسبیغِ درمیانی نہیں لائے ہیں اس لیے یہاں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ مستطِ چہار خانہ کی تفصیل آگے آتی ہے۔ ص۲۰۰ کے اسی پیراگراف کے آخر میں ہے،

"ہفتم و ہشتم و نہم تینوں اوزان کا اجتماع باہم جائز ہے؟ صفحہ ۲۰۹ پر بابِ اوزانِ مثمن کی کیفیت بیان کر کے ایک فائدہ لکھا ہے۔ اس میں صدر و ابتدا، حشو و عروض و ضرب کی اقسام کا حساب کر کے فرمایا ہے،

"چھیانوے اوزان حاصل ہو سکتے ہیں" اس کے آگے لکھتے ہیں،

"ہر ایک وزن میں آٹھ قسم کے عمل کرنے سے بتیس اوزان صاف نکل آئیں گے۔" (ص۲۱۰) آگے چل کر اسی صفحہ پر مرقوم وزن نمبر ۱۳ سے شروع کر کے صفحہ ۲۱۵ تک ان بتیس اوزان کی تفصیل اور مثالیں لکھی ہیں۔ ان میں سے معترضین ابیات میں اوزان کا اشتراک و اختلاف باہمی واضح کرنے کے لیے صرف چند مثالیں لکھتا ہوں تاکہ معترض و مجیب دونوں کو تشفی ہو جائے۔ قارئینِ کرام ان ابیات کے موضوعِ سخن سے صرفِ نظر فرما کر عروضی نکات پر توجہ فرمائیں،

مشترک

"آتش، میر اور حافظ کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں دو شعر اور لکھتا ہوں۔

ناسخ

کافر بھی نہ گزرے ایسی | ہم پہ جو بیت ترسا گزری
فعلن فعلن فعولن فعلن | مصرعِ دوم بھی یونہی وزن ۲۲ (ص۲۱۱)

ایضاً:

آئے نہیں تم عرصہ گزرا   صبح کی کس نے کیا گزری

فاعِ فعولن فعلن فعلن   وقس علیٰ ھٰذا

وزن ۱۷ ص ۲۱۱

ایک ہی زمین میں کہے ہوئے اشعار کے مصرعین میں توافق اور ابیات کے اوزان میں تباین ظاہر ہے۔ اس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

اسیر

گیسو و رخ کا بوسہ دو   چاند گہن ہے صدقہ دو

فاعِ فعولن فعلن فع   مصرع دوم اسی طرح

وزن ۴۱ ص ۲۱۵

غیر مشترک

اسیر

تل عارض کا دکھلا دو   مرغ نگہ کو دانا دو

فعلن فعلن فعلن فع   فاعِ فعولن فعلن فع

وزن ۳۹ ص ۲۱۴

ایضاً

بحث بڑھی ہے بوسوں میں   لینا ایک ہے دینا دو

فاعِ فعولن فعلن فاع   فعلن فاعِ فعولن فع

وزن ۴۱ ص ۲۱۴

شاد لکھنوی

دل میں ہے اک کام کرو   شاد کا بوسہ دیا دو

فعلن فعلن فاعِ فعل   فاعِ فعولن فعلن فع

وزن ۳۸ ص ۲۱۴

قافیہ بدل کر

بحر:

عرش یہ ہے نقاشِ ازل سے   حسن کے نقش میں یاد کو گھر دو

فاعِ فعولن فاعِ فعولن   فعلن فاعِ فعول فعولن

وزن ۱۲ ص ۲۱۰

ایضاً:

آہ یہ دونوں آفتِ جاں ہیں   ناز و ادا لعنت بر ہر دو

فاعِ فعولن فاعِ فعولان   فاعِ فعولن فعلن فعلن

وزن ۲۸ ص ۲۱۳

آخر میں ص ۲۱۵ پر ارشاد ہوتا ہے: "اس قسم کا اختلاط باہمی بلا تامل جائز ہے۔"

(۲)

ص ۲۱۶ پر صاحب بحر کے ۴۴ اوزان بیان کر کے فرماتے ہیں:

"ان اڑتالیس میں اکثر وزن مضاعف ہو کر مسدس رکن کا شعر بنتے ہیں اور خوش آئند ہوتے ہیں۔"

"الغرض ہر بیت میں مشترک یا غیر مشترک چار چار وزن شامل ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ہر شعر شانزدہ رکنی چہار خانہ ہو جاتا ہے۔" (ص ۲۱۷)

ہر خانہ میں قافیہ ہو یا بالفاظ دیگر اندرونی قافیہ بھی ہو تو اس کو صاحب قواعد العروض نے مسمط چہار خانہ بتایا ہے۔ مسمط مختلف اوزان کی بھی ہو سکتی ہے۔ فارسی و اردو میں مشترک اوزان مسمط چہار خانہ کے اور بغیر اندرونی قافیے کے بکثرت ہیں۔ اسی طرح غیر مشترک کی تعداد بھی کثیر ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ہر نوع کی قواعد العروض سے لے کر اور دو "حدائق البلاغۃ" تالیف شمس الدین فقیر سے نقل کرتا ہوں:

مشترک

۱۔ فعلن فعولن کی تکرار سے:

بلا مسمط۔ محب:

بیمار عشقم دردِ دل من   غیر از وصالش درماں ندارد

فعلن فعولن فعلن فعولن

آنا ازیں غم جاں بر لب آمد   کایام ہجرش پایاں ندارد

مسمط کی مثال میں قدر بلگرامی نے اپنا شعر اس تمہید سے لکھا ہے:

"مولف مستہام نے اس وزن میں اردو اشعار کہے اور دو مسمط چہار خانہ لانے سے ناگوار مذاق نہیں ہوں:"

کب تک سہے گا تیری جفا دل   نالش کرے گا روزِ جزا دل

فعلن فعولن فعلن فعولن

پتھر ترا دل شیشہ مرا دل   ہشیار رہنا عاشق ہے نادل

۲۔ فعول فعلن کی تکرار سے:

"اس وزن میں مسمط بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔" جناب بحر:

چہک رہے ہیں چمن میں بلبل   مہک رہے ہیں گلے [illegible]

فعول فعلن فعول فعلن

چھلک رہے ہیں پیالے مے کے   خوشی ہے [illegible] [illegible]

اس کے تین خانے دو قافیتین بھی ہیں۔

با مسمط میر عباس سلیم لکھنوی:

تمام شب یہ رہا ہے عالم   ادھر کی دنیا ادھر [illegible]

فعول فعلن فعول فعلن

اخیر وقت آ گئے دیکھنے کو   بھلے کو اب بھی خبر [illegible]

(قواعد العروض، اوزان ۵۰۰ ۔ ۵۰۱ ص ۱۸۹)

نہ ہے جبابِ تو قبلہٗ جاں   حریم کوئے تو کعبۂ دل

فعول فعلن فعول فعلن

ثانت سجدنا الیک نسجد   دان سعینا الیک نسعی

(حدائق البلاغۃ ص ۱۱۸)

غزلیں

س۔ یونس ناگپوری

حرص کے بم گرجتے رہے دہر میں
جنگ کے دشت میں امن کے شہر میں
چارہ جو جانے کیا تجربے کر گئے
زندگی اور جل کر بھی زہر میں
اپنی صحرا نوردی غنیمت رہی
ورنہ کیا کیا لٹے کارواں شہر میں
آج اسی سے چلو موت بھی مانگ لیں
زندگی جس نے دی گھول کر زہر میں
کتنے مدفن خزیں پر دہکتے رہے
اور ہم جل گئے اپنے ہی قہر میں
چلمنوں پر ہوس کے علم چڑھ گئے
عشق کا کیا گزر حسن کے شہر میں
ناخداؤں کو شاید خبر ہی نہیں
ناؤ کاغذ کی ہے آگ کی لہر میں
سب مسیحا نفس دم بخود رہ گئے
لوگ بے موت مرتے رہے شہر میں

محمد نثار الرحمٰن خاں منشار

جنوں رسوا ہے رسوا ہی رہے گا
خرد سے پھر بھی اچھا ہی رہے گا
ہزار اہلِ جفا اس کو دبائیں
وفا کا بول بالا ہی رہے گا
ازل سے جیسا ہوتا آ رہا ہے
ابد تک ویسا ہوتا ہی رہے گا
تڑپنا ہی تو دل کی زندگی ہے
دلِ زندہ تڑپتا ہی رہے گا
مصائب میں جسے ہنسنا نہ آئے
وہ ساری عمر روتا ہی رہے گا
کسی کی یاد میں کھویا ہوا دل
بھری محفل میں تنہا ہی رہے گا
جسے ذوقِ عمل مل جائے اس کا
مقدر جگمگاتا ہی رہے گا
چلیں دار و رسن تک ہو کے آئیں
نہیں کچھ تو تماشا ہی رہے گا
یہی عالم رہا اہلِ کرم کا
تو خالی ہاتھ پھیلا ہی رہے گا
اندھیرے کو اجالا جو کہیں گے
ہمارا ان سے جھگڑا ہی رہے گا
مذاقِ نقد کیسا بھی ہو منشار
غزل کا رنگ چوکھا ہی رہے گا

راہی قریشی ایم۔اے

ساقی یہ تیری بزم میں کیا سانحہ ہوا
جس ہاتھ میں تھا جام وہ دستِ دعا ہوا
اب بھی ہے ایک دیدۂ بینا کا منتظر
صحنِ چمن میں قافلۂ گل رکا ہوا
لوگوں کی سادگی پہ ہنسی آ گئی مجھے
جب انجمن میں ذکرِ خلوص و وفا ہوا
جس غم کی تاب لا نہ سکی ساری کائنات
تقدیر سے وہ غم مرے دل کو عطا ہوا
یہ انجمن ہی دیر سے محرومِ نور ہے
یا صرف میرے دل کا دیا ہے بجھا ہوا
یہ کس کی یاد آ گئی ہے دوشِ صبا پہ آج
رسنے لگا ہے زخم یکایک دبا ہوا
راہی کسی کے ایک تغافل سے مٹ گیا
سینے میں تھا جو شہرِ تمنا بسا ہوا

اردو

کرشن موہن

چاہتوں کا جہان ہے اردو
راحتوں کا نشان ہے اردو
عشق کا اعتبار اور وقار
حسن کی آن بان ہے اردو
دفترِ مشک ہو صباحت کا
اور ملاحت کی کان ہے اردو
نثر کا ہے خرام خوش ہنگام
شاعری کی اڑان ہے اردو
زندہ ہے اپنا ذوق شوق اس سے
آرزوؤں کی جان ہے اردو
واقفِ سرخی کا رنگ مستی کا
خوشنما کاروان ہے اردو
ذکر آرائشِ بزم کا گل
کیفِ ہندوستان ہے اردو
دفترِ اتحاد و یک جہتی
پیار کی داستان ہے اردو
آئینہ ہے ایکتا میں بھی
دوست داری کا مان ہے اردو
غالب و میر اس کے شیدا تھے
جن کی روحِ رواں ہے اردو
آتش و مومن و نظیر و جگر
جن کی رنگیں زبان ہے اردو
اس کے عاشق نسیم اور چکبست
جن کے جذبوں کی شان ہے اردو
دوست اس کے سرور اور مختار
جن پہ شادمان ہے اردو
درد مند اس کے پریم چند رہے
جن کے باعث جوان ہے اردو
اس کے مشتاق تلوک اور فراق
جن کے دل کا بیان ہے اردو
نعرہ زن جوش کا خروش اس میں
جوش کی ترجمان ہے اردو
فیض و اقبال کرشن چندر سے
وسعتِ بیکران ہے اردو
دھوم مخدوم کی ہوئی اس میں
اور سرور کی آن ہے اردو
راشد و میراجی کی البیلی
شوخ اور رازدان ہے اردو
نغمۂ دکن کی دولتِ بیدار
کرشن موہن کی جان ہے اردو

کہانی

خلیل تنویر

صبحیں آئیں گی
شامیں آئیں گی
راتیں سپنوں کے پھول کھلائے
میٹھی گیت سنائیں گی
گزرے لمحوں کی گھائل شہنائی
سوئے درد جگائے گی
سونی پلکوں کے چھجے پر
چاند اتر آئے گا
لیکن!
میں نہ تم کو یاد آؤں گا
ایک کہانی یاد آئے گی

صفحہ ۴ سے آگے

۳۔ فعل فعولن کی تکرار سے:

شمس الدین فقیر

زلفِ معنبر بر رخ بیست ، تیرہ شب ست وادیٔ موسیٰ
فعل فعولن فعل فعولن
جامۂ صبرم در کفِ عشقت ، دامنِ یوسف دستِ زلیخا

(قواعد العروض، ص ۲۱۹ ، و حدائق البلاغت)

مشترک اوزان پر مشتمل بحر متقارب مضاعف الارکان شانزدہ رکنی میں شعر کہنا بہت آسان ہے ایک یا دو مزاحفات کی تکرار سے شعر بن جاتا ہے۔ کہنے والے کو زیادہ فکر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سننے والا بھی کسی الجھن میں نہیں پڑتا۔ مسمط چار خانہ تو سرتاسر نغمگی کی حامل ہے۔ درمیانی قافیہ کا کھٹکا دل پسند ہوتا ہے۔ عام سامع و قاری جس کی شعر دوستی لحن و ایقاع تک محدود ہوتی ہے، اس کے لیے یہ بہت خوش آئند ہوتا ہے۔

غیر مشترک

غیر مشترک اوزان میں بڑی گنجائش ہے۔ فعولن کے آٹھ مزاحفات ہیں، چار خانوں میں ان کی الٹ پھیر سے متعدد اوزان بن سکتے ہیں، صرف اتنی احتیاط کی ضرورت ہے کہ جو زحاف صدر و ابتدا اور عروض و ضرب اور حشو میں سے جس مقام کے لیے مخصوص ہے وہ وہیں لایا جائے۔ دوسری احتیاط یہ لازمی ہے کہ ہشت رکنی بیت میں آٹھ رکن اور مضاعف الارکان میں سولہ رکن سے کم و بیش نہ ہوں۔ آٹھ یا سولہ سے کم ہوئے تو دائری نہ رہے گی، زاید ہوگئے تو دائرہ سے خارج ہو جائے گی۔

ہوتا یہ ہے کہ دو مصرعے چار رکنی لے کر آٹھ رکن کا ایک مصرع بنا لیتے ہیں یا یوں کہیے کہ دو ہشت رکنی ابیات کو ملا کر ایک بیت شانزدہ رکنی بنا لی۔ لیکن ارکان کے دگنا ہو جانے سے بیت دائرہ سے خارج نہیں ہوتی۔ پہلے دائری تھی اب بھی دائری رہی۔ ہشت رکنی بیت میں اختلاط اوزان روا ہے تو یہ بدیہی بات ہے کہ شانزدہ رکنی میں بھی ہے۔

سردار جعفری کی زیر نظر غزل جس بحر میں ہے اس کا پورا نام بحر متقارب دائری المضاعف شانزدہ رکنی ہے۔ تمام مزاحفات جو اس میں لائے گئے ہیں فعولن کی فروع ہیں۔ تمام مذکورہ بالا احتیاطوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ علامہ قدر بلگرامی کی اصطلاح میں یہ چہار خانہ ہے اور بجائے ایک یا دو مزاحفات کی تکرار کے ہر بیت میں غیر مشترک چار چار وزن شامل ہیں۔ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ سند میں حضرت شفا گوالیاری نے دو شعر پیش کیے ہیں جنھیں تائید مزید کے طور پر میر کے دو شعر "قواعد العروض" سے نقل کیے جاتے ہیں۔ الغرض کسی لحاظ سے سردار جعفری کی معترض علیہ غزل ساقط الوزن نہیں کہی جا سکتی۔

میر (۱)

حال نہیں ہے عشق سے مجھ میں ، کس سے میر اب حال کہوں
فاع فعولن فاع فعولن ، فعلن فعلن فاع فعول
آپ ہی چاہ کر اس ظالم کو ، اپنا ایسا حال کیا
فاع فعولن فعولن فعلن ، فعلن فعلن فاع فعل

اس میں چاروں خانے غیر مشترک ہیں۔

ایضاً (۲)

سارے رند اوباش جہاں کے ، تجھ سے سجود میں رہتے ہیں
فعلن فعلن فاع فعولن ، فاع فعول فعولن فع
بانکے ٹیڑھے ترچھے تیکھے ، سب کا تجھ کو امام کیا
فعلن فعلن فعلن فعلن ، فعلن فاع فعول فعل

اس شعر میں ہر چہار خانہ غیر مشترک آیا ہے۔

(قواعد العروض، ص ۲۱۹)

اس ضمن میں ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ دائرہ متفقہ میں بحر متقارب کے علاوہ ایک بحر اور شامل ہے۔ اس کا نام متدارک یا غریب یا رکض الخیل ہے اس کی اصل فاعلن آٹھ بار ہے۔ فاعلن فعولن کا عکس ہے۔ اس لیے چند مزاحفات مشترک ہیں۔ مثلاً فعلن یہ متقارب میں بھی آتا ہے اور متدارک میں بھی۔ اس اشتراک کی وجہ سے یہ طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وزن بحر متقارب کا ہے یا متدارک کا۔

مذکورہ بالا اوزان مدتوں سے معرض بحث رہے ہیں۔ سردار جعفری کی غزل پر اعتراض کوئی نئی بات نہیں کئی برس ہوئے نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی اور نیاز فتح پوری کے درمیان نگار لکھنؤ میں مہینوں مباحثہ چلتا رہا۔ فراق گورکھپوری پر بھی آئے دن اعتراض ہوتے رہتے ہیں۔ عام شائقین عروض میر کی غزل جس کا مطلع ہے

"الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا" الخ

کی تقطیع فرما کر ملحوظ خاطر رکھیں اور مشار الیہ غزل کسی کی ہو، اس کا میر کی غزل کے غیر مشترک اوزان سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ عظیم المرتبت شعرا جن کا کلام دل کی آواز ہوتا ہے لا میزان عروض ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی شعر عروضیوں اور ماہرین فن کی مقرر کردہ حدود میں نہ آئے اور ان کے بنائے ہوئے سانچوں میں نہ بیٹھے تو یہ شعرا کا قصور نہیں یہ عروض اور اصول فن کی کوتاہی ہے۔ عروض شعرا کے کلام پر مبنی ہے، شعرا عروض کے محتاج نہ پہلے کبھی تھے نہ اب ہیں۔ خود ماہرین عروض اور استادان فن نے جیسے اشعار کہے ہیں ان کا کچھ نمونہ لکھنؤ کے مستند اساتذہ کے کلام سے اوپر پیش کیا گیا ہے ان کو شعر کہنا اردو شاعری کی توہین ہے۔ یہ مشہور عام بات ہے کہ عروضیوں نے اچھے شعر بہت کم کہے ہیں

البتہ خدا بخشے میرزا یگانہ چنگیزی اس کلیے سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنے زمانے میں مہارتِ عروض و فنونِ شعر میں بھی یکتا تھے اور شاعری میں بھی یگانہ۔

(۳)

بے محل نہ ہوگا اگر یہاں عروضیوں کے مناقشات باہمی کا بھی کچھ ذکر کردوں۔ علامہ قدر بلگرامی کے اقوال تو اوپر آچکے ہیں۔ نیچے علامہ نظم طباطبائی کے چند ملاحظات اسی موضوع پر نقل کرتا ہوں۔ یہ اقتباسات ان کی تالیف "تلخیص عروض و قافیہ" سے لئے گئے ہیں یہ ۱۰۲ صفحے کا مختصر سا رسالہ ہے۔ چھتہ بازار، حیدرآباد میں چھپا ہے۔ سنہ تالیف و طباعت درج نہیں۔ صفحہ ۳۵ پر ایک اعتراض کے ضمن میں "میرے ایک شفیق مرحوم قدر بلگرامی" لکھا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ قدر بلگرامی کی وفات کے بعد تالیف ہوا ہے۔

قدر بلگرامی اس کے قائل ہیں کہ ایک ہی بحر کی بیت کے مصرعین میں ذرا سا بھی اختلافِ زحاف ہو تو اوزان علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہر بحر سے مستخرج اوزان کی کثیر تعداد بیان کی ہے بحر متقارب کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ بحر رمل مثمن کے بھی ۲۷ وزن وانی بتائے ہیں۔ اس ضمن میں علامہ نظم طباطبائی کے اقوال ملاحظہ ہوں:

ص ۷: "عرب ایک ہی بیت میں کہتے ہیں:

مستفعلن مستفعلن مفعولن　　　مفتعلن مفاعلن مفعولن

وہ لوگ مستفعلن اور مفتعلن اور مفاعلن کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں اور کبھی مستفعلن کو مفعولن بھی کر دیتے ہیں اور اردو فارسی والے علیحدہ علیحدہ وزن سمجھتے ہیں۔" اسی سلسلے میں ص ۹ پر فرمایا ہے:

"رمل مخبون اور بحر خفیف میں پہلے رکن کو اردو کہنے والے بھی کسی مصرع میں فعلاتن کسی میں فاعلاتن باندھا کرتے ہیں اور اس سے وزن نہیں بدلتا۔ غالب کا یہ مقطع دیکھئے۔ پہلا مصرع فاعلاتن سے شروع کیا ہے دوسرا فعلاتن سے:

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے"

ص ۲۶، ۲۷: "یہ اوزان جو بیان ہوئے ان میں کے کئی وزن چھندس (یعنی ہندیوں کا عروض) سے ماخوذ ہے۔ مثلاً متدارک کا یہ وزن: فاعلن فاعلن فاعلن فع عربی و فارسی میں بہت کم کہا جاتا ہے اور اردو میں بہت کثرت سے کہتے ہیں یا مثلاً یہ غلط و مستعذب اوزان: فاع فعولن فاع فعولن اسی کے مثل فاع فعولن فاع فعول۔ یا فعلن فعولن فعلن فعولن عربی کے اصول سے صحیح نہیں معلوم ہوتے مگر میر نے خصوصاً چوتھے دیوان میں انھیں اوزان میں بہت غزلیں کہی ہیں۔"

"عروض کے جو اوزان چھندس سے مطابقت رکھتے ہیں اردو میں وہی زیادہ مستعذب ہیں اور ہونا بھی چاہیے۔"

ص ۱۹: "کچھ اوزان اور بھی ہیں اور حقیقت میں وہ موزوں اور خوشگوار بھی ہیں۔ مگر اس کا پتہ نہیں لگتا کہ کس بحر سے ہیں۔ مثلاً جرأت کہتے ہیں:

جان ان آنکھوں سے نہ بچے گی
ہے یہ ادھر تنہا وہ ادھر دو

فاع فعولن فاع فعولن سے اس کی تقطیع کر لیتے ہیں مگر فعول فعلن کی طرح سے یہ بھی غلط ہے۔ پھر اسی مصرع میں سے ایک اور وزن مستخرج ہے یعنی اسی وزن کے آخر میں سے ایک سبب ختم کر دیا گیا ہے۔

بحث پڑی ہے بوسوں پہ　　　لینا ایک نہ دینا دو
فاع فعولن فعلن فع　　　فعلن فاع فعولن فع

ص ۱۵: "بحرِ

تمام رنج تقاضے مبرم تعصب تاری کی ہتیں کا
خلیل کہتے ہیں بت پرستی خدا خدا کر خدا خدا کر

اس میں اختیار ہے کہ چاہے مصرع بڑا لکھیں یا چھوٹا اردو والوں نے اکثر بڑے بڑے مصرع اس میں کہے ہیں۔ فائدہ: اس وزن کو غلطی سے تمام متاخرین فعول فعلن سے تقطیع کیا کرتے ہیں فارسی و اردو والوں کا اس طرح فعولن کو فعول یا فعلن کر دینا جائز ہے۔"

ص ۲۲: "عادت عروضیوں کی یہ ہے کہ جس وزن میں اہلِ عرب نے کبھی شعر نہیں کہا اور خاص عجم کا ایجاد کیا ہوا ہے اسے بھی کسی نہ کسی طرح عرب کے کسی وزن کے ساتھ منضم کر دیتے ہیں مثلاً یہ مصرع

درد اکرما زنہان خواہد شد آشکارا
ہرگز عرب کے اوزان میں نہیں ہے"

علامہ نظم طباطبائی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ یہ مختلف فیہ اوزان عربی عروض کے سرے سے ہیں ہی نہیں۔ ہندی چھندس سے ماخوذ ہیں یا "خاص عجم کا ایجاد" ہیں۔

علامہ قدر بلگرامی نے پنگل کے بیان میں ہندی بحروں اور اوزانِ عجم میں مماثلت اکثر جگہ بتائی ہے۔ ان دونوں سے پہلے علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ (سنہ تالیف ۱۱۷۶ ہجری ۱۷۶۲ عیسوی، سنہ طباعت: مطبع نولکشور، کانپور ۱۸۷۱ء) میں بیدل کے ذکر میں فرماتے ہیں:

"و در بحور قلیل الاستعمال غزل با بقدرت می گوید ... و در بحر متدارک کہ آں را رکض الخیل و صورت الناقوس نیز نامند می گوید و بنا بر شانزدہ رکن می گزارد"

چہ بود مردکا رغلط سبقاں در علم و عمل ... زدہ
زخود در دلاکی بے خبری ہمہ تیر خطا ... زدن

مراسلات

ایڈیٹر مخزن پر تحقیقی مواد

آپ کے یکم جولائی کے پرچہ میں جس راج صاحب رتن کا جو اعلان شائع ہوا ہے اس کے سلسلہ میں عرض ہے کہ سر شیخ عبد القادر اور ان کے رسالہ مخزن کے متعلق بہت کافی مواد لاہور میں موجود ہے۔ مثلاً

(۱) ان کے صاحبزادوں سے ملاقات سے حالات معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

(۲) ان کے انتقال پر پاکستان کے جن جن اخبارات میں ان کے متعلق مضامین شائع کئے وہ سب کارآمد ہو سکتے ہیں۔

(۳) ان کی سوانح عمری بھی یہاں قومی کتب خانہ نے شائع کی ہے۔ جو بآسانی مل سکتی ہے۔

(۴) ان کے متعلق میں نے بھی اس وقت کے تمام اخبارات و رسائل سے انتخاب و اقتباس کر کے ایک مفصل مضمون ان کے انتقال پر لکھا تھا۔ مگر اس کے اقتباسات تو شائع ہوئے لیکن پورا مضمون ابھی تک نہیں چھپا۔

(۵) ان کے چند مضامین جو انھوں نے مخزن میں لکھے۔ یہاں شیخ مبارک علی نے چھاپے ہیں۔

(۶) ان کی کتاب اردو ادب کے متعلق مع ترجمہ انگریزی میں چھپ گئی ہے۔

(۷) مصر و شام اور ترکی کا ان کا سفرنامہ بھی شائع ہو گیا ہے۔

(۸) مخزن کے ابتدائی دور کے فائل یہاں یونیورسٹی لائبریری اور پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہیں۔

(۹) میری لائبریری میں ۱۹۰۴ء کا مخزن کا فائل محفوظ ہے

(۱۰) یہاں مختلف اہل ذوق کے پاس بھی مخزن کے ابتدائی فائل نہایت احتیاط سے محفوظ ہیں۔

(۱۱) لندن سے لکھا ہوا ان کا ایک خط انجمن حمایت اسلام کے جلسہ سالانہ ۱۹۰۵ء میں درج ہے۔ نیز بہت سے خطوط ان کے صاحبزادوں اور یہاں کے دوسرے لوگوں سے مل سکتے ہیں۔

(۱۲) اس وقت لاہور میں بیسوں آدمی ان کے ملنے والے موجود ہیں۔ ان سے ان کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔

(۱۳) ان کے بہت سے لکچر انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں میں ہوئے ہیں جو انجمن کے سالانہ جلسوں کی رپورٹ میں درج ہیں۔

(۱۴) مخزن کے علاوہ یہاں یونیورسٹی لائبریری میں ۱۸۴۷ء سے لے کر آج تک کے اخبارات و رسائل کا بڑا عظیم ذخیرہ موجود ہے جس میں تلاش سے ان کے متعلق بہت کچھ مل سکتا ہے۔

(۱۵) میری لائبریری میں مخزن دور سوم کے تقریباً تمام پرچے موجود ہیں جب کہ حامد علی خاں صاحب اس کے ایڈیٹر تھے۔

(۱۶) یاد پڑتا ہے کہ رسالہ نقوش لاہور کے "شخصیات نمبر" میں بھی ایڈیٹر مخزن کے متعلق ایک مضمون تھا، وہ ضرور دیکھیں۔

مگر اس سب مواد سے اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب رتن صاحب کچھ عرصہ لاہور میں آکر رہیں۔ نہ کوئی شخص ان کو اپنا مواد دہلی بھیجے گا اور نہ اپنی ملکیت نوادر اشیاء فروخت کرے گا۔

(محمد اسماعیل پانی پتی۔ مہتمم محمد احمد پبلک لائبریری لاہور)

لوریوں کی تلاش

میں ایک عرصے سے ہندستانی "لوریاں" ترتیب دے رہا ہوں۔ ایک سال کے طویل عرصہ میں جیسی امید تھی، لوریاں دستیاب نہ ہو سکیں۔ اوّل تو بمبئی میں کوئی ایسا ادارہ یا لائبریری نہیں جہاں سے مواد جمع ہو سکے۔ دوسرے خود بمبئی کا ماحول ایسا ہے مراٹھی اور گجراتی زبان کا تو بہت بڑا خزانہ موجود ہے لیکن دیگر زبانوں کا بالکل نہیں۔ اس لیے آپ سے اعانت کا امید وار ہوں۔ اوّل تو یہ کہ آپ اپنے مؤقر جریدے میں ایک مختصر سا چوکھٹا لگوا دیجئے کہ جن صاحبان کو ایسی کتب کا علم ہو جن میں کبھی لوریاں چھپی ہوں۔ یا کوئی مجموعہ اور ایسے رسائل کا نام خصوصاً جن میں لوریاں چھپی ہوں۔ یا فرداً فرداً اگر کسی کو کچھ لوریاں یاد ہوں تو وہ لکھ کر بھیج دیں میں سمجھتا ہوں کہ اب تک لوریاں پر کسی نے اتنا کام نہیں کیا جتنا میں کر چکا ہوں اگر کچھ لوگ اپنی کتابیں یا اپنی یادداشت سے کچھ لوریاں لکھ کر بھیج دیں تو بہت بڑی مہربانی ہوگی اردو ادب جو اس وقت اس سرمایہ سے محروم ہے مالا مال ہو سکے گا۔

(سعید انیس ۱۴۳ پلاسس روڈ بمبئی ۸)

معاصر

بہار میں اردو کا مستقبل

بہار میں عوام کے دھتکارے ہوئے کانگریسیوں اور متحدہ محاذ کی عوامی سرکار کے مخالفوں کو اچانک اردو زبان سے بڑی ہمدردی پیدا ہو گئی ہے بیس سال تک اردو کے حق کو نظر انداز کرنے اور اس کو مٹا دینے کی کوشش کرنے والے یہ عناصر اب اردو کے حق میں گلا پھاڑ کر چلا رہے ہیں۔ اردو کے لیے ان کے دلوں میں اچانک جو درد پیدا ہو گیا ہے اس کی وجہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ اردو کو اس کا حق دینے کے لیے وہ جتنی بھی باتیں کرتے ہیں اس کی تان اس بات پر توڑتے ہیں کہ متحدہ محاذ کی عوامی سرکار نے بھی اردو کے سوال پر اپنا وعدہ پورا نہیں کیا ہے ظاہر ہے کہ ان کا مقصد اردو کو اس کا حق دلانے سے زیادہ متحدہ محاذ کی عوامی سرکار کو بدنام کرنا ہے لیکن وہ نہایت بے شرمی کے ساتھ اردو کے مسئلہ کا استحصال کرتے ہوئے اس اہم حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ نا اہل اور نکمی کانگریس نے اپنے ۲۰ سالہ دور میں جو کام نہیں کئے تھے ان میں سے کئی کام متحدہ محاذ کی سرکار نے صرف تین مہینے کی مدت میں انجام دے دئے۔

یہ بات کوئی راز نہیں ہے اور نہ کسی نے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ جن سنگھ اردو کو دوسری علاقائی زبان بنانے کا مخالف ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندستانی کمیونسٹ پارٹی اور متحدہ محاذ میں شامل بعض دوسرے عناصر اردو کو اس کا جائز مقام دینے کے حامی ہیں اور وہ اس مقصد کے لیے برابر جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کی یہ کوششیں کس حد تک کامیاب ہوں گی اس کا اندازہ اس جواب سے لگایا جا سکتا ہے جو چیف منسٹر مہامایا پرشاد نے اس ہفتہ بہار اسمبلی میں دیا۔

ان سے تحریری طور پر سوال کیا گیا تھا کہ کیا متحدہ محاذ کی وزارت اردو کو صوبہ کی دوسری سرکاری زبان بنانے کا وعدہ پورا کرے گی؟ چیف منسٹر نے اس کے جواب میں کہا کہ "بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کا مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے۔"

لیکن اردو کو اس کا جائز مقام دینے کا سوال صرف غور و فکر تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ متحدہ محاذ کی عوامی سرکار نے اس سلسلے میں بعض ٹھوس اور عملی اقدامات بھی کئے ہیں۔ چنانچہ وزارت تعلیمات کی طرف سے حال ہی میں ایک سرکلر جاری کیا گیا ہے کہ سارے صوبہ میں پرائمری تعلیم کے لیے ہر سال بارہ ہزار ٹیچر مقرر کئے جائیں گے اور ان میں دس گیارہ فیصد ٹیچر اردو کے ہوں گے تاکہ پرائمری اسکولوں میں اردو کے ذریعہ تعلیم پانے والے بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جا سکے یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ٹیچر دلانے کے یہ تقرر اضلاع کی تعلیمی پلاننگ کمیٹیوں کے ذریعے کئے جائیں گے اور متحدہ محاذ کی سرکار نے ہر ضلع کی تعلیمی پلاننگ کمیٹی میں انجمن ترقی اردو بہار کے ایک نمائندے کو بھی نامزد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس نامزدگی کا عنقریب اعلان ہو جائے گا۔ بہار کی سرکار نے ایک اور اہم کارروائی یہ کی ہے کہ صوبہ کے ۳۷ سرکاری ہائی اسکولوں میں اردو کے ذریعے تعلیم دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ متحدہ محاذ کی سرکار نے محکمہ تعلیم کو ہدایت دی ہے کہ ان تمام اسکولوں کو یہ حکم دے دیا جائے کہ اس سال سے ان تمام طلبہ کو جن کی مادری زبان اردو ہے اور جو اردو میں پڑھنا چاہتے ہیں ان کو اسی زبان میں تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے۔ محکمہ تعلیم کو یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ اس مقصد کے لیے جلد از جلد اردو ٹیچروں کا انتظام کیا جائے۔ اردو کو تعلیم کے شعبے میں اس کا جائز حق دینے کے سلسلے میں یہ دو اہم کارروائیاں کی گئی ہیں لیکن اردو کے ان نام نہاد ہمدردوں اور کانگریسیوں نے ان کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور انہیں متحدہ محاذ کی سرکار کے خلاف وعدہ خلافی کا الزام رکھ رہے ہیں۔ اردو کے سوال پر کانگریس کی دوغلی اور دھوکہ بازی کا سبب ہے۔ اس کی مثال تو آندھرا پردیش ہے جہاں کانگریسی سرکار اپنی جابرانہ ذرائع سے اردو کو اس کے رہے سہے حقوق سے بھی محروم کر دینا چاہتی ہے۔ آندھرا پردیش میں جہاں اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا وہیں کانگریسیوں نے خوب ڈھنڈورا پیٹا تھا لیکن اب سرکاری اعلان کے ذریعے صرف ترجمے کے اعلانات اور سرکاری اشتہارات شائع کرنے کی زبان بنا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے خلاف اس صوبے کے سارے اردو دوستوں میں سخت ناراضگی اور بے چینی پائی جاتی ہے دوسری طرف بہار کی غیر کانگریسی سرکار جس میں بائیں بازو کے اور جمہوری عناصر شامل ہیں اردو کو اس کا حق دینے کے سلسلے میں بتدریج عملی اقدام کارروائیاں کر رہی ہے کانگریسی اور غیر کانگریسی سرکاروں کا یہ فرق اردو دوستوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اردو زبان کو اس کا حق دلانے کے لیے جہاں موثر اور منظم جدوجہد کی ضرورت ہے وہیں اس پروپیگنڈے کو بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کی جدوجہد صرف سرکار کے ذریعہ اس کو دوسری سرکاری زبان قرار دینے کا اعلان کرا دینے کی حد تک محدود نہیں بلکہ اس کا مقصد اس اعلان پر عمل کروانا تعلیم، تہذیب، نشر و اشاعت اور زندگی کے دوسرے تمام شعبوں میں اردو کے لیے ضروری سہولتیں حاصل کرنا بھی ہے اور یہ مقاصد اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں جب کہ اردو دوست ہر جمہوری محاذ پر اپنی جدوجہد جاری رکھیں وہ قوتیں جو عوام کے دھتکارے ہوئے کانگریسیوں کا آلۂ کار بنے ہوئے ہیں اور متحدہ محاذ کے اندر کی جمہوری و بائیں بازو کی طاقتوں کو مضبوط و مستحکم بنائیں جو حکومت اور اس کے باہر اردو کے جائز حقوق کی حفاظت کے لیے برابر اقدام کر رہے ہیں اور ہر قسم کی رجعت پرستی کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہے۔

(حیات)

پرائمری تعلیم مادری زبان میں دیے جانے پر اتفاق رائے

نئی دہلی۔ مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر ترگنا سین نے تعلیم کے بارے میں پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ لوک سبھا کے سامنے پیش کر دی۔

یہ آزادی کے بعد تعلیم کے مسئلہ پر قومی پالیسی کے بیان کا پہلا مسودہ ہے۔

پارلیمنٹ کے ۳۰ ممبروں میں نو نے زبان کی پالیسی پر مختلف اور ایک دوسرے کی مخالف رائے ظاہر کی ہے اور بعض نے سہ لسانی فارمولا جاری رکھنے کی حمایت کی ہے۔

کمیٹی کی اکثریت نے یہ بات طے کی ہے کہ پرائمری تعلیم کا ذریعہ مادری زبان کو ہونا چاہیے دوسرے مرحلے پر دستور میں درج چودہ زبانوں میں کوئی ایک زبان یا انگریزی یا کوئی بھی زبان لازمی طور پر پڑھائی جائے طالب علم چاہے تو غیر ملکی زبان بھی پڑھ سکتا ہے جو عام طور پر آٹھویں جماعت سے پڑھائی جائے مگر اس کو اس مرحلہ پر لازمی طور پر ہندی یا انگریزی کا علم حاصل کرنا چاہیے۔

تعلیم کمیشن نے سفارش کی تھی کہ حکومت ہند کو تعلیم کی قومی پالیسی پر ایک بیان جاری کرنا اور اس پر وقتاً فوقتاً نظر ثانی کرنا چاہیے آج کے بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ تعلیم کے میدان میں ہندوستان کے مقاصد کیا ہیں اور اس کے اہم شعبوں میں کن کن باتوں کو ترجیح دینا ہے۔

آزادی سے پہلے تعلیمی پالیسی پر وقتاً فوقتاً سرکاری بیان جاری ہوا کرتے تھے سب سے پہلا بیان ۱۸۵۶ء میں جاری ہوا تھا۔ دوسرا بیان ۱۸۸۴ء میں جاری ہوا اور تیسرا ۱۹۰۴ء میں جاری کیا گیا تھا آخری بیان ۱۹۱۳ء میں جاری ہوا اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا کیونکہ ۱۹۲۱ء میں تعلیم کا شعبہ صوبائی کنٹرول میں دے دیا گیا تھا۔

پارلیمنٹ کے ۳۰ ممبروں کی تعلیمی رپورٹ میں اختلاف کرنے والوں نے اس سفارش سے اتفاق کیا ہے کہ ہر مرحلہ پر تعلیم کا ذریعہ علاقائی زبان کو ہونا چاہیے مگر اس سوال پر اختلاف ہے کہ تعلیم کے ذریعے میں یہ تبدیلی پانچ برس کے بعد ہونی چاہیے۔

زبان کے مسئلہ کے علاوہ اختلافی نوٹ ہندوستان کے تعلیمی نظام کے مقاصد اور پڑوسی اسکول کے تصور سے بھی تعلق رکھتے ہیں پڑوسی اسکول کے تصور کی تعلیم کمیشن نے حمایت کی تھی۔ ان کے قیام کا مقصد ایسے اسکول چلانا ہے جن کے اندر سماجی حیثیت کے کسی امتیاز کے بغیر سب بچے تعلیم پا سکیں۔

یہ اختلافی نوٹ پارلیمنٹ کے جن ممبروں نے لکھے ہیں ان میں جناب آر کے امین، جناب اے کے چندا، جناب کے اے جانا، جناب اے ٹی پاٹل، جناب وی ایم چوڑیا، مسٹر گوک دیجے تاؤ مسز تلکہ کیشوریں، جناب دیا بھائی پٹیل، مسز سادرتری شیام اور جناب ایس کے دینم پاین شامل ہیں۔

(قومی آواز)

جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے انھیں اردو میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملنا چاہیے

جناب فخرالدین علی احمد کی تقریر

کانپور ۱۶/۰۱۔ مرکزی وزیر صنعت جناب فخرالدین علی احمد کے اعزاز میں انجمن ترقی تعلیم کانپور کی جانب سے مدرسہ نظام العلوم میں ایک استقبالیہ پیش کیا گیا جس میں جناب ایس سلیم بشیر بار ایٹ لا، جناب جلیل احمد عباسی جناب ارجن اروڑہ اور دیگر معززین شہر نے شرکت فرمائی۔

سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے انجمن کے ناظم محمد افضل حسین صاحب نے وزیر موصوف کی توجہ انجمن کی سرگرمیوں کی طرف مبذول کرائی اور آپ کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔

سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے وزیر موصوف نے انجمن اور اس کے اسکولوں کی پیش رفت پر حیرت و مسرت کا اظہار فرمایا آپ نے فرمایا کہ ہمارے ملک میں ابتدائی تعلیم کا انتظام حکومت کے ذمہ ہے حکومت کے لیے یہ بات باعث شرم ہے کہ انجمن کو اپنے طور پر ابتدائی تعلیم کا بندوبست کرنا پڑ رہا ہے آپ نے فرمایا کہ حکومت کتابوں سے قابل اعتراض باتوں کے نکالنے کی کوشش کر رہی ہے ہمیں اس سلسلہ میں پوری جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا کہ مرکزی حکومت نے سہ لسانی فارمولا منظور کیا ہے جس کے مطابق ہر بچے کو ابتدائی تعلیم اس کی مادری زبان میں ملنی چاہیے جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے انھیں اردو زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔

جامعہ اردو علی گڑھ کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد

جامعہ اردو کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ۱۳؍ اگست ۱۹۶۶ء بروز اتوار کشمیر ہال عمارت جامعہ اردو میں منعقد ہوگا۔

جناب الحاج مصطفیٰ رشید خاں صاحب شروانی ممبر پارلیمنٹ بطور مہمان خصوصی شریک ہوں گے اور جلسہ سے خطاب فرمائیں گے۔

جو امیدوار اپنی اسناد جلسہ مذکور میں حاضر ہو کر حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ایک ہفتہ قبل رجسٹرار جامعہ اردو کو مطلع کر دیں۔

انجمن ترقی اردو کلکتہ کا انتخابی جلسہ

انجمن ترقی اردو (کلکتہ) کا انتخابی جلسہ بروز یکشنبہ بتاریخ ۲۴؍ جولائی ۱۹۶۶ء دہلی کلب شام وقت منعقد ہوا۔

جلسہ کی صدارت کے لیے جناب ایم۔ اے مجید صاحب نے

جناب سالک لکھنوی صاحب کا نام پیش کیا جس کی تائید تمام حاضرین نے کی۔

جناب نے اپنی مختصر لیکن جامع تقریر میں انجمن ترقی اردو کے اغراض و مقاصد اور صوبے میں بدلے ہوئے سیاسی حالات کے پیش نظر انجمن کے فرائض پر روشنی ڈالی۔

جناب صدر کی تقریر کے بعد جناب احمد اللہ انصاری رزمی نے انجمن ترقی اردو کلکتہ کی مجلس منتظمہ کے لیے ایک صدر اور ۲۸ ارکان کے نام پیش کئے جن کی تائید پروفیسر اعزاز افضل نے کی۔ اور حاضر ارکان کی کثرت رائے سے ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی صاحب سابق صدر شعبۂ عربی و فارسی کلکتہ یونیورسٹی صدر انجمن اور مندرجہ ذیل حضرات مجلس منتظمہ کے ارکان منتخب ہوئے۔

صدر: جناب ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی ایم، اے، پی، ایچ، ڈی سابق صدر شعبۂ فارسی و عربی کلکتہ یونیورسٹی۔

(۱) جناب ڈاکٹر عطا کریم برق ایم، اے، ڈی، لٹ (طہران)

(۲) جناب ڈاکٹر الحاج خاں بہادر شیخ محمد جان

(۳) جناب سالک لکھنوی بی، اے، بی، کام

(۴) سید امیر رضا کاظمی ایم، اے، بی، ٹی، اسسٹنٹ رجسٹرار مدرسہ ایگزامینیشن بورڈ

(۵) جناب احمد اللہ انصاری رزمی بی، اے، ایل، ایل، بی، سکریٹری یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ۔

(۶) جناب قسیم الدین اشک ایڈوکیٹ کاؤنسلر کلکتہ کارپوریشن۔

(۷) جناب ایم، اے مجید ایم، اے۔

(۸) جناب پروفیسر شاہ وصی الدین احمد ایم، اے۔

(۹) جناب پروفیسر اعزاز افضل ایم، اے۔

(۱۰) جناب ناظر الحسینی ایڈیٹر عصر جدید کلکتہ۔

(۱۱) جناب علقمہ شبلی ایم، اے، بی، ٹی۔

(۱۲) جناب غلام قادر خاں ایم، اے، بی، ٹی، انسپکٹر آف اسکولز کلکتہ کارپوریشن۔

(۱۳) محمد ادریس الحق

(۱۴) جناب رضی الرحمٰن رضی

(۱۵) جناب اقبال اکرامی ایڈیٹر "ماہ دولت"

(۱۶) جناب وقار مشرقی ایم، اے (علیگ) ایڈیٹر غازی، کلکتہ

(۱۷) جناب ادریس احمد وداں

(۱۸) جناب پروفیسر عبدالستار شاہدی ایم، اے۔

(۱۹) جناب ڈاکٹر نظام الدین جونپوری۔

(۲۰) جناب محمد علی صدیقی۔

(۲۱) جناب مولانا ادریس انور۔

(۲۲) جناب مشرف یوسف اعولیا۔

(۲۳) جناب شمس الزماں بی، کام

(۲۴) جناب اصغر حسین۔

(۲۵) جناب ظہیر الحق ...

(۲۶) جناب احمد زماں (مالک اسلامیہ ہوٹل کلکتہ)

(۲۷) جناب محمد نظام الدین

(۲۸) عبدالمتین سابق کونسلر کلکتہ کارپوریشن

اس کے بعد جناب اقبال اکرامی صاحب نے ریاستی کونسل کے لیے بیس نمائندوں کی ایک فہرست پیش کی جس کی تائید علقمہ شبلی صاحب نے کی۔ اور حاضرین کی رائے لینے کے بعد جناب صدر نے مندرجہ ذیل حضرات کو نمائندہ برائے ریاستی کونسل منتخب قرار دئے۔

(۱) جناب سید بدرالدجیٰ ایم، پی۔

(۲) جناب ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی ایم، اے، بی، ایل، پی، ایچ، ڈی سابق صدر شعبۂ فارسی و عربی کلکتہ یونیورسٹی۔

(۳) جناب سید امیر رضا کاظمی ایم، اے، بی، ٹی، اسسٹنٹ رجسٹرار مدرسہ ایگزامینیشن بورڈ۔

(۴) لطیف الدین احمد اکبرآبادی۔

(۵) جناب احمد اللہ انصاری رزمی بی، اے، ایل، ایل، بی سکریٹری

(۶) جناب ڈاکٹر اے، ایم، او غنی ایم، ایل، اے

(۷) جناب سالک لکھنوی بی، اے، بی کام

(۸) جناب یوسف تقی رضوی

(۹) جناب خواجہ محمد یوسف ایڈوکیٹ سپریم کورٹ

(۱۰) جناب ابراہیم ہوش۔ ایڈیٹر آبشار کلکتہ

(۱۱) جناب اطہر علی خان

(۱۲) جناب ایم۔ اے مجید ایم۔ اے

(۱۳) جناب پروفیسر جاوید نہال ایم۔ اے

(۱۴) جناب صلاح الدین سابق کاؤنسلر کلکتہ کارپوریشن

(۱۵) جناب شانتی رنجن بھٹاچاریہ

(۱۶) جناب علقمہ شبلی ایم، اے، بی، ٹی

(۱۷) جناب غلام قادر خاں ایم اے، بی، ٹی، انسپکٹر آف اسکولز کلکتہ کارپوریشن۔

(۱۸) جناب پروفیسر اعزاز افضل ایم، اے

(۱۹) جناب عبدالرؤف انصاری کاؤنسلر کلکتہ کارپوریشن

(۲۰) جناب اقبال اکرامی ایڈیٹر "ماہ دولت"

اس جلسہ میں مختلف حلقوں کے ۳۲ نمائندوں نے شرکت کی جلسہ چائے نوشی کے بعد بخیر و خوبی ختم ہوا۔

(ایم، اے مجید جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو مغربی بنگال)

اردو کی توہین پر نائب وزیر کا ردعمل

لکھنؤ۔ ریاست کی پارلیمانی تاریخ میں اس وقت ایک نئے باب کا اضافہ ہوگیا جب حکمراں متحدہ اسمبلی پارٹی میں شامل ری پبلکن

پارٹی کے نائب وزیر جناب شمیم عالم یو پی اسمبلی سے احتجاجاً واک آؤٹ کر گئے۔

نائب وزیر نے واک آؤٹ اس وقت کیا جب جن سنگھ کے ایک ممتاز ممبر نے جو پارٹی وہپ بھی ہیں اردو زبان کو پاکستان کے قیام سے وابستہ قرار دینے والے اپنے الفاظ کو واپس لینے سے انکار کیا۔

ایوان میں زبان ہندی کو انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں اختیاری مضمون قرار دینے کے مسئلہ پر اجلاس میں کچھ مقررہ وقت کے بعد بحث ہو رہی تھی تو اسی دوران اردو کا نام بھی ایوان میں آ گیا جس کو حکمران متحدہ پارٹی میں شامل اور غالب پارٹی جن سنگھ کے وہپ جناب ہریش کمار گنگوار برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے کہا۔

"اردو زبان پاکستان کے قیام کی ذمہ دار ہے جس کو یہاں بڑھاوا نہیں دینا چاہیے۔"

ایس۔ ایس۔ پی کے ممبر جناب منظور احمد نے جناب گنگوار کے اس الزام پر اعتراض کیا اور مطالبہ کیا کہ جناب گنگوار اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب گنگوار نے جب اپنے الفاظ واپس نہیں لیے تو نائب وزیر صحت جناب شمیم عالم کھڑے ہوئے اور انھوں نے جن سنگھی ممبر جناب گنگوار کے رویے پر احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ "جناب گنگوار کے ان الفاظ سے اردو زبان کی توہین ہوئی اور محبان اردو کے جذبات مجروح ہوئے ہیں چونکہ وہ اپنے الفاظ واپس نہیں لے رہے ہیں اس لیے میں ان کے اس رویے کے خلاف احتجاج کرتا ہوں اور ایوان سے واک آؤٹ کرتا ہوں۔"

نائب وزیر نے جس وقت واک آؤٹ کیا اس وقت جن سنگھی نائب وزیر اعلیٰ جناب رام پرکاش وزیر تعلیم ایوان میں موجود تھے لیکن انھوں نے بھی اپنی پارٹی کے ایک ذمہ دار ممبر کے اردو کی توہین کرنے والے الفاظ کے بارے میں ادنیٰ سی ناگواری ظاہر نہیں کی جب کہ ان کا ایک رفیق (نائب وزیر) ان الفاظ کا برا مان کر ایوان چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس وقت ایوان میں موجود تمام کانگرسی ممبران بھی وزیر تعلیم کی تنگ نظری پر مبنی تعلیمی پالیسی پر احتجاج کرتے ہوئے ایوان سے واک آؤٹ کر گئے۔

صفحہ ۷ سے آگے

آگے چل کر ضمیر کے ذکر میں ارشاد ہوتا ہے:

"اکنوں بہ قریب تکمیل ہندی طرز زبان آوردہ گویائی می آید۔۔۔ بحور عربی و فارسی و ہندی اکثر مختلف است و قلیل متفق۔ از جملہ آں متقارب و رکن اجل و مربع در ہر زبان است۔ متقارب را در ہندی بجنگ پرات گویند بعضے بار بودہ و مربع مسمیٰ بحنی آں شمار رفتار و بنائے آں بر ہشت رکن گزارند۔"

ص ۲۹۸-۲۹۹

مذکورہ بالا بحث سے ایک بات تو واضح ہو گئی کہ عروضیوں کے بحور و اوزان اور اس کے حدود بعد ناقابل فہم مصطلحات اردو شاعری کے سر تھوپنا فعل عبث ہے۔ بحر ایک دقت اور بڑھ گئی۔ اب ہندی کی چندی کریں اور حرکت و سکون کا شمار کرنے کی بجائے رشو اور دیرگھ ماترائیں بیٹھ کر گنتے رہیں۔ شاعر کیوں نہ "قدم زیں ہر دو بیروں نہ، نہ اینجا باش نے آنجا" پر عمل کرے۔

(۴)

اردو شاعری کا عام رجحان شروع ہی سے ہر قید و بند سے آزاد ہونے کی طرف رہا ہے۔ لکھنؤ کے ماہرین فن نے صحت الفاظ اور مناسبت قواعد عربی و فارسی اور مناسبات لفظی پر زور دیا۔ دہلی نے دہلی علی الخصوص داغ اور ان کے شاگردوں نے اس صنعت گری کو ختم کر کے صحت محاورہ و روزمرہ، عام بول چال اور لطف زبان کو اپنی شاعری کا سرمایہ بنایا۔ نیاز مندان لاہور نے اس کا مذاق اڑایا۔

کہاں گئیں زباں میں ہم کہاں لکھنؤ زباں میں تم   کہاں زبان کا ڈر ہے کہاں زبان تو ہو گا

یہ بھی رفتہ رفتہ نابود ہو گیا۔ ترقی پسند شعراء نے دونوں روشوں سے دامن کشاں کر موضوع سخن کو اپنی شاعری کا مدار بنایا۔ قدیم پامال مضامین کو چھوڑ کر جدید سماجی، معاشی، سیاسی نظریات کو اپنی شاعری میں جگہ دی۔ ہوتے ہوتے اس کا زور و شور بھی کم ہو گیا۔

ماہرین فن نے شعر کی تعریف کے ارکان مقرر کیے تھے: قصد، تخیل، معنی، وزن اور قافیہ۔ قصد تو پہلے ہی ختم ہو گیا تھا۔ ارسطو اور بو علی سینا کے تتبع میں تخیل یا محاکات پر مولانا شبلی نے بہت زور دیا۔ اس کی دھن میں شاعروں نے وہ وہ محاکات ایجاد کیے اور ایسی ایسی نادر الوجود تصویریں بنائیں کہ انسانی قوت متخیلہ ان کی صورت کشی سے عاجز رہی۔ یہ فریضہ شعر بھی مضحکہ خیز حد تک پہنچ کر متروک ہوا۔

قافیہ کی قید سے نظم آزاد نے چھٹکارا دلوایا۔ معنی سے آج کل کی تجریدی شاعری نے نجات دلائی۔

اردو نظم کا دھارا تیزی سے بہہ رہا ہے۔ وزن کی رکاوٹ رہ گئی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہماری شاعری کا جوئے نغمہ خواں عروض کے قدیم و فرسودہ بند کو توڑ کر اقبال کے الفاظ میں یہ کہہ سکے:

صورت نہ پرستم من بت خانہ شکستم من
آں سیل سبک سیرم ہر بند گسستم من

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر نصیر الدین قریشی نے مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے چھپوایا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا